تفسیر الدر المنثور میں اسرائیلی روایت اور واقعہ زینب بنت جحشؓ: ایک تحقیقی مطالعہ

A Research Study of the Israeli Tradition in Tafseer Al- Dur ul Mansoor about the Incident of Zainab Bint-e- Jahash (R.A)

محمد راشد[i] شبانہ قاضی[ii]

Abstract

In this Article I present a research about an incident which was narrated by Alsuyuti about Hazrat Zainab (R.A) from Bible literature (Israeli tradition) and I analysis this Incident in light of Quran and Sahih Hadith.

Al-Suyuti was born on 3 October 1445 AD (9th century hijri) in Cairo, Egypt. His Family moved to Asyut in Mamluk Egypt, hence he called AlSuyuti.AlSuyuti was the famouse Scholar of Islamic History.He worked in Every fieled of Islamic studies .He belons to Shafi school of thought. He wrote many books about fiqh ,Hadith,Tafseer and sufiism. AlSuyuti was died on 18 October 1505.

His tafseer Aldurr ul Mansoor is called tafseer bi Almathoor but he coated a lot of Israeli traditions in this Tafseer which was not correct at others Mufaserin.I present rviayat base on the Israeli tradion and than I proved from Quran and Sahih Hadith that the Subject of this Particular Rivayat is not correct.

Imam Al-Suyuti narrated his tafseer on the bases of bible and describe this incident which give a wrong base to enemies of Islam about the life of prophet (PBUH).I Anlayes his point of view under the other major tafaseer and books of Hadith and prove that his point of view is not right. May Allah Accept my this effort.(Ameen)

Keywords: *Tafseer bi Almathoor, Sufiism, Israeli tradition.*

[i] ۔ ایم فل سکالر، شعبہ اسلامیات، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ ۔

[ii] ۔ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، جامعہ بلوچستان، پشاور ۔

" وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ". (iii)

ترجمہ: " اور (اے پیغمبر!) یاد کرو جب تم اُس شخص سے جس پر اللہ نے بھی احسان کیا تھا، اور تم نے بھی احسان کیا تھا، یہ کہہ رہے تھے کہ: "اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو" اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھول دینے والا تھا، اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے، حالاں کہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔ پھر جب زید نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کر لیا، تو ہم نے اُس سے تمہارا نکاح کرادیا، تاکہ مسلمانوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں اُس وقت کوئی تنگی نہ رہے جب انہوں نے اپنی بیویوں سے تعلق ختم کر لیا ہو۔ اور اللہ نے جو حکم دیا تھا، اُس پر عمل تو ہو کر رہنا تھا۔ "

یہ آیت حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرورِ کائنات ﷺ کو عتاب کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اپنے دل میں ایسی چیز کو چھپا رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کر دینے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈر رہے تھے حالاں کہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

یہ ایک محبوبانہ عتاب تھا جو آپ ﷺ کو کیا گیا۔ اب یہ عتاب کس وجہ سے کیا گیا؟ اور وہ کون سی بات تھی جسے آپ ﷺ دل میں چھپا رہے تھے؟ اور وہ کس چیز کا خوف تھا؟ جس کی بناء پر آپ ﷺ لوگوں سے ڈر رہے تھے۔ سو اس کی تعیین محقق مفسرین نے صحیح احادیث کے ذریعے کی ہے جسے ہم آگے چل کر بیان کریں گے ان شاء اللہ۔ لیکن **وتخفی فی نفسک** اور **وتخشی الناس** اس عتاب کے سلسلے میں کتبِ تاریخ اور کتبِ تفسیر میں بعض ایسی روایات ملتی ہیں اگر ان میں بیان کردہ واقعات کو تسلیم کر لیا جائے اور ان کی صحت پر یقین واعتماد کر لیا جائے تو ایمان کی سلامتی خطرہ میں پڑ سکتی ہے۔ انہی بہت سی روایات میں سے ایک روایت علامہ سیوطیؒ نے تفسیر الدر المنثور میں ذکر کی ہے۔

تفسیر الدر المنثور کی روایت

أخرج ابن سعد والحاكم عن محمد بن يحيى بن حيان ﷺ قال جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم بيت زيد بن حارثة يطلبه وكان زيد إنما يقال له زيد بن محمد فربما فقده

رسول الله ﷺ فيجيء لبيت زيد بن حارثة يطلبه فلم يجده وتقوم إليه زينب بنت جحش زوجته فاعرض رسول الله ﷺ عنها فقالت: ليس هو ههنا يا رسول الله فادخل فأبى أن يدخل فأعجبت رسول الله ﷺ فولى وهو يهمهم بشيء لا يكاد يفهم منه إلا ربما أعلن سبحان الله العظيم سبحان مصرف القلوب.. الخ}[(iv)]

ترجمہ: ابن سعد اور حاکم نے محمد بن یحیٰ بن حبّانؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ زید بن حارثہؓ کو تلاش کرتے ہوئے ان کے گھر تشریف لائے اور زید کو زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ایک مرتبہ رسول اکرمؐ نے حضرت زیدؓ کو نہ پایا، تو زید بن حارثہ کی تلاش میں ان کے گھر تک تشریف لائے مگر اُن کو نہ پایا۔ حضرت زید بن حارثہ کی بیوی زینب بنت جحشؓ آپ کے پاس آئیں، رسول اکرمؐ نے اُن سے اعراض فرمایا۔ زینب نے عرض کیا: یارسول اکرمؐ! وہ یہاں نہیں ہیں آپ اندر تشریف لائیں۔آپ نے اندر آنے سے انکار کیا۔ حضرت زینبؓ رسولؐ اکرم کو اچھی لگیں۔آپ واپس چل دیے اور آپ کچھ کہہ رہے تھے، مگر کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا، مگر یہ کہ کبھی آپ بلند آواز سے فرماتے "**سبحان الله العظيم سبحان مصرف القلوب**"۔ زید اپنے گھر آئے، تو اُن کی بیوی نے انہیں بتایا کہ رسول اکرمؐ گھر تشریف لائے تھے۔زید نے کہا: آپ نے اُنہیں اندر آنے کا کیوں نہ کہا؟ حضرت زینب نے عرض کیا: میں نے اندر آنے کا کہا تھا مگر آپؐ نے انکار کیا۔اور جب آپ واپس جانے لگے تو میں نے کچھ سنا، آپ کچھ فرما رہے تھے، لیکن میں سمجھ نہ پائی، البتہ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا: "**سبحان الله العظيم سبحان مصرف القلوب**"۔ پھر زیدؓ رسول اکرمؐ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائے تھے۔آپ اندر کیوں نہیں تشریف لائے؟ شاید کہ زینب آپ کو پسند آگئی۔اگر ایسا ہے تو میں انہیں طلاق دے دیتا ہوں۔اس پر آپؐ نے فرمایا: "**أمسك عليك زوجك**" یعنی اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو۔پس اس کے بعد زید حضرت زینبؓ کے پاس جانے کی کوشش نہیں کی۔ حضرت زیدؓ رسول اکرمؐ کے پاس تشریف لاتے اور حضرت زینبؓ کی شکایت کرتے۔اور آپ زید سے فرماتے: " **أمسك عليك زوجك** "پس زید نے انہیں طلاق دے دی اور ان سے علیحدہ ہو گئے اور حضرت زینبؓ کی عدت گزر گئی۔ایک مرتبہ رسول اکرمؐ حضرت عائشہؓ کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔کچھ دیر بعد افاقہ ہوا، تو آپ مسکرا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ کون زینب کو خوشخبری دے گا کہ اللہ نے اُن سے میرا نکاح آسمان پہ کر دیا اور آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "**وإذ تقول للذي أنعم الله عليه وأنعمت عليه أمسك عليك زوجك**"۔

روایت کا خلاصہ

ایک مرتبہ آپؐ زید رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے ہوئے اُن کے گھر تشریف لائے حضرت زیدؓ گھر میں موجود نہ تھے حضرت زینبؓ تشریف لائیں اور عرض کیا کہ زید گھر میں نہیں ہیں، آئیں آپ اندر تشریف لائیں۔ آپؐ نے اندر آنے سے انکار کیا حضرت زینبؓ آپ کو پسند آئیں اور آپؐ **"سبحان اللہ العظیم سبحان مصرف القلوب"** کہتے ہوئے تشریف لے گئے پھر جب زیدؓ گھر تشریف لائے تو حضرت زینبؓ نے سارا قصہ سنایا۔ حضرت زیدؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ میرے گھر تشریف لائے تھے۔ آپ اندر کیوں تشریف نہیں لائے، شاید زینب آپ کو پسند آئی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں انہیں طلاق دے دیتا ہوں۔ آپؐ نے انہیں طلاق دینے سے منع فرمایا۔ لیکن اس کے بعد وہ آپ کی خدمت میں آتے اور شکایتیں کرتے آپؐ اُن سے فرماتے کہ اپنی بیوی کو روکے رکھو۔ آخر زیدؓ نے انہیں طلاق دیدی۔ پھر عدت گزرنے کے بعد من جانب اللہ آپؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہو گیا۔

مذکورہ روایت پر تنقید و تبصرہ

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں: " فاعجبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی حضرت زینبؓ آپؐ کو پسند آئیں۔ اس طرح کے الفاظ اور روایات کی بنیاد پر عشق و محبت کی لایعنی داستانیں اُٹھ کھڑی ہوئیں، اور یہ کہا گیا کہ وتخفی فی نفسکسے مراد حضرت زینبؓ کی محبت ہے یعنی آپؐ اپنے دل میں حضرت زینبؓ کی محبت چھپا رہے تھے اور اُن سے نکاح کرنا چاہتے تھے مگر اس بات کو آپ نے پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ (معاذ اللہ)

علامہ سیوطیؒ نے یہ روایت ابن سعد اور حاکم کے حوالے سے نقل کی ہے اور ابن سعد نے یہ روایت اپنے استاد ابو عبد اللہ بن عمر الواقدی سے نقل کی ہے اور واقدی باتفاق علماء ضعیف راوی ہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: **"استقرّ الإجماع علی وهن الواقدي"**۔[v] کہ واقدی کے ضعف پر اجماع ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: **"الواقدی ضعیف باتفاقهم"**۔[vi] واقدی باتفاق علماء ضعیف ہے۔ امام ذہبیؒ واقدی کے بارے میں فرماتے ہیں: **"متروک الحدیث"**[vii] علامہ ذہبیؒ امام نسائی کے حوالے سے فرماتے ہیں: **"لیس بثقة"**۔[viii] واقدی ثقہ نہیں ہے۔

لہٰذا راوی کے ضعف اور روایتِ حدیث میں معتبر نہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت درست نہیں اور ان جیسی روایات کو بیان کرنا قطعاً درست نہیں، خصوصاً جب کہ معاملہ آپؐ کی ذات یا آپ کی ازواجِ مطہرات کا ہو تو بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہیے۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے محقق مفسرین نے ان روایتوں کے ذکر کو بھی پسند نہیں کیا اور اجمالی طور پر ان روایات کی طرف اشارہ کر کے ان کے باطل ولغو ہونے کو ظاہر کر دیا ہے۔

چنانچہ اس جیسی روایات کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

ذکر ابن جریر، وابن ابی حاتم ھاھنا آثاراعن بعض السلفؒ، احببنا أن نضرب عن ھا صفحا لعدم صحَّتِ ھا فلانورد ھا(ix)

یعنی ابنِ جریر اور ابنِ حاتم نے اس جگہ بعض سلف سے متعدد روایات نقل کی ہیں۔ ہم نے ان روایات کو ذکر کرنا اس لیے پسند نہیں کیا کہ ان میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

ووردت آثَار أُخْرَى أخرجهَا بن أَبِي حَاتِمٍ وَالطَّبَرِيُّ وَنَقَلَهَا كَثِيرٌ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ لَا يَنْبَغِي التَّشَاغُلُ بِهَا وَالَّذِي أَوْرَدْتُهُ مِنْهَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ (8)

اس سلسلے میں دوسرے آثار بھی وارد ہیں جنہیں ابن ابی حاتم اور طبری نے نقل کیا ہے اور دوسرے مفسرین نے بھی نقل کیا ہے، لیکن وہ تمام روایتیں اس لائق نہیں ہیں کہ ان کا ذکر بھی زبان پر لایا جائے۔

اس کے علاوہ اگر حالات کو ماحول اور واقعاتی زندگی کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھا جائے تو اس کا بے اصل ہونا از خود ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپی زاد بہن تھیں لڑکپن سے آپ کے سامنے ہوتی تھیں اور بارہا آپ نے ان کو دیکھا تھا۔ آپ سے کوئی پردہ نہ تھا اور نہ پردہ کا حکم اب تک نازل ہوا تھا۔ اور حضرت زینب شادی کے بعد بھی آپ سے پردہ نہیں کرتی تھیں اور آپ کے سامنے آتی تھیں تو کیا آنحضرتؐ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو زید سے نکاح کے بعد ہی پہلی بار دیکھا تھا اور اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اگر آپ کو ان کا حسن و جمال پسند تھا تو پہلے ہی زید سے کیوں نکاح کر دیا؟ جس پر خود زینب اور ان کے ورثہ اولیاء بمشکل راضی ہوئے آپ نے خود ہی کیوں نہ ان سے نکاح کر لیا؟ ان کے اعزّاء واقارب آپ سے نکاح کو بڑی خوشی کے ساتھ منظور کرتے۔

نیز عقل اور نقل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ کا نبی معصوم ہوتا ہے اس کی بصر اور اس کی نظر طاہر اور مطہر اور پاک اور منزہ ہوتی ہے۔

فتح مکہ کے دن آں حضرتؐ نے چند آدمیوں کا خون بہانا مباح فرمایا اور کہا کہ اگر یہ لوگ غلافِ کعبہ کو بھی پکڑیں تو ان کو نہ چھوڑنا اور قتل کر ڈالنا۔ انہی لوگوں میں سے ایک عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح بھی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر حضور پُر نور کی خدمت میں لے کر

آئے اور بار بار عرض کیا کہ آپ ان سے بیعت لے لیں یعنی ان کا قصور معاف کر دیں۔ آنحضرتؐ خاموش رہے آخر بڑے اصرار و الحاح کے بعد ان کی بیعت قبول کر لی پھر مجمع کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ میں اس لیے خاموش رہا کہ تم میں سے کوئی اٹھ کر عبد اللہ کی گردن مار دے کسی انصاری نے عرض کیا "**ألا أومأت إلينا بعينك** یارسول اللہ آپ آنکھ سے اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا إنه لا ينبغي لنبي أن تكون له خائنة الأعين یعنی کسی پیغمبر کے لیے یہ زیبا نہیں کہ اس کی آنکھ سے کوئی خیانت سرزد ہو۔ (9)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ [غافر: 19]** (10) معلوم ہوا کہ نبی کی آنکھ خیانت سے پاک اور منزہ ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ کا نبی معصوم ہوتا ہے اسی طرح اس کی آنکھ بھی معصوم ہوتی ہے اور **قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ [النور: 30]** (11) سے معلوم ہوتا ہے کہ غض بصر یعنی نامشروع چیز کے دیکھنے سے نگاہ نیچی رکھنا ایمان کے مقتضیات میں سے ہے اور نبی کریم ﷺ تو اول المؤمنین ہیں۔

نیز آپ کا نفس قدسی صفات کا حامل اور ہوائے نفسانی سے پاک اور منزّہ تھا۔ اور آپ کا ہمزاد یعنی شیطان جو ہر شخص کے ہمراہ رہتا ہے، وہ آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن چکا تھا۔ سوائے خیر کے کسی جانب اس کو میلان کی قدرت ہی نہ رہی تھی۔

آپ ﷺ کا معصوم ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے، مگر اس کے باوجود اس قسم کی روایات کا پھیل جانا، یقینی طور پر دشمنانِ دین کی کارستانی ہے جو اس طرح کی روایات گھڑ کر لوگوں کو ہمارے دین اور ہمارے نبی ﷺ سے بد ظن اور اُن کے بارے میں دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ائمہ و خطباء اور عوامی حلقوں میں درس دینے والے مدرسین کو چاہیے کہ اس طرح کی روایات کو فروغ دینے سے گریز کریں اور اگر کبھی بیان کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اس کے ساتھ اس کی پُر زور تردید کریں اور ان کا باطل اور لغو ہونا عوام الناس کے سامنے ظاہر کریں۔

یہاں تک مذکورہ روایت پر تنقید و تبصرہ مکمل ہوا۔ اب معاملے کی صحیح صورت حال بیان کرنے سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے۔

حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا تعارف

حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا حسب و نسب کے اعتبار سے خاندانِ قریش سے تعلق رکھتی تھی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنتِ عبد المطلب کی بیٹی تھیں۔ آپ ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے خود کرائی تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بعض وجوہات کی بناء پر یہ رشتہ پسند نہ تھا۔ اس لیے انہوں نے نکاح سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: "یارسول اللہ! میں زید کو اپنے لیے پسند نہیں کرتی، کیوں کہ نسب کے لحاظ سے میں اُن سے بہتر ہوں۔" (12)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تعارف

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ غلاموں میں سب سے پہلے آپ نے ہی اسلام قبول کیا۔ آپ اپنے باپ کی طرف سے قبیلہ بنی کلب اور ماں کی طرف سے بنی طے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ دونوں عرب کے معزز و باوقار قبیلے تھے، لیکن زید بچپن میں ڈاکوؤں کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ آپ کی والدہ سعدی اپنی قوم بنی معن کے ہاں جارہی تھیں ابھی یہ لوگ رستے ہی میں تھے کہ ان پر بنی القین بن حسر کے سواروں نے حملہ کر دیا اور زید کو گرفتار کر کے بازارِ عکاظ میں ایک غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا۔ یہاں انہیں حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے لیے چار سو درا ہم میں خرید لیا۔ اب زید جناب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں رہنے لگے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے شادی کرلی، تو زید کو آپ کی خدمت کے لیے دے دیا۔(13)

آپ ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے آپ نے حضرت زید کو متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنالیا تھا اور لوگ زید کو زید بن محمد کہتے تھے۔

> عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما : أن زيد بن حارثة مولى رسول الله صلى الله عليه و سلم ما كنا ندعوه إلازيد بن مُحَمَّد حتى نزل القرآن { ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله } (14)
>
> ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کو زید بن محمد پکارتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ یہی طریقہ اللہ کے نزدیک پورے انصاف کا ہے۔

جاہلیت کی رسم

جاہلیت کی رسم یہ تھی کہ ایک آدمی کسی دوسرے کے بیٹے کو اپنا متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) بنالیتا تھا اور جو اس طرح بیٹا بنا تا یہ لڑکا اسی کا بیٹا مشہور ہو جاتا اور اسی کا بیٹا کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اور اُن کے نزدیک یہ منہ بولا بیٹا تمام احکام میں اصلی بیٹے کی طرح مانا جاتا تھا۔ مثلاً میراث میں بھی اس کی اولاد کے ساتھ حقیقی اولاد کی طرح شریک ہوتا تھا اور نسبی رشتہ میں جن عورتوں سے نکاح حرام ہوتا ہے، یہ منہ بولے بیٹے کو بھی ایسا ہی قرار دیتے۔ مثلاً جیسے اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی (بہو) سے اس کے طلاق دینے کے بعد بھی نکاح حرام رہتا ہے یہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کو بھی طلاق کے بعد اس شخص کے لیے حرام سمجھتے تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

وقد كانوا يعاملونهم معاملة الأبناء من كل وجه، في الخلوة بالمحارم وغير ذلك -(15)

ترجمہ: پہلے ایسے لے پالک کے ساتھ اپنی سگی صلبی اولاد کی طرح معاملہ کرتے تھے، محرمیت والے رشتے میں اوراس کے علاوہ دوسری چیزوں میں۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

كان الرجل في الجاهلية إذا أعجبه من الرجل جلده وظرفه ضمه إلى نفسه وجعل له نصيب الذكر من أولاده من ميراثه وكان ينسب إليه فيقال فلان بن فلان.(16)

ترجمہ: زمانۂ جاہلیت میں جب کسی کو کوئی پسند آتا تواسے اپنے ساتھ ملالیتے تھےاوراس کے لیےاپنی اولاد میں میراث کاحصہ بھی رکھتے تھےاور وہ اسی کی طرف منسوب کیاجاتاتھا۔

آیت کی صحیح تفسیر

ابن کثیرؒ، قرطبیؒ اور روح المعانی ودیگر مفسّرین نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کا نکاح آپ ﷺ کے حکم سے آپ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ ہو گیا تھا، مگر دونوں کی طبیعتوں میں موافقت نہ ہوئی۔ حضرت زیدؓ ان کی تیز زبانی اور نسبی شرافت کی بناء پر اپنے کواونچا سمجھنے اور اطاعت میں کوتاہی کرنے کی شکایت کیا کرتے تھے، دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کو وحی خفی کے ذریعے یہ بتلادیا گیا تھا کہ زید ان کو طلاق دیں گے، اس کے بعد زینب آپ کے نکاح میں آئیں گی۔

حکیم ترمذی اور ابن ابی حاتم وغیرہ محدثین نے نقل کیاہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

أخرج الحكيم الترمذي وغيره عن علي بن الحسين رضي الله تعالى عنهما ما اوحى الله اليه ﷺ أن زينب سيطلّقها زيد ويتزوّجُها بعده عليه الصلٰوة والسلام(17)

ترجمہ: حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جواللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی وہ یہ تھی کہ زید زینب کو طلاق دیدیں گے اور پھر آپ ﷺ ان سے شادی کریں گے۔

وقد أطنب الترمذي الحكيم في تحسين هذه الرواية وقال: إنها من جواهر العلم المكنون.(1x)

ترجمہ: اور حکیم ترمذی نے اس روایت کی تحسین میں اطناب (تطویل) فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ پوشیدہ علم کے جواہر میں سے ہے۔

ایک روز حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے شکایات پیش کر کے اپنا یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ ان کو طلاق دے دیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اگرچہ من جانبِ اللہ یہ علم ہو گیا تھا کہ واقعہ یوں ہی پیش آنے والا ہے، کہ زید ان کو طلاق دے دیں گے، پھر یہ نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں گی، لیکن دو وجہ سے آپ ﷺ نے زیدؓ کو طلاق دینے سے روکا۔ اول یہ کہ طلاق دینا اگرچہ شریعتِ اسلام میں جائز ہے مگر پسندیدہ نہیں، بلکہ ابغض المباحات یعنی جائز چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض و مکروہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ -ﷺ- قَالَ « أَبْغَضُ الْحَلاَلِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الطَّلاَقُ » (1xi)

ترجمہ: "ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حلال چیزوں میں سب سے مبغوض ترین چیز طلاق ہے۔"

دوسرے قلبِ مبارک میں یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ اگر انہوں نے طلاق دے دی اور پھر زینبؓ کا نکاح آپ ﷺ سے ہوا، تو عرب اپنے دستورِ جاہلیت کے مطابق یہ طعنے دیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ یہ اندیشہ حضرت زیدؓ کو طلاق دینے سے منع کرنے کا سبب بنا۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے محبوبانہ عتاب قرآن کی ان آیات میں نازل ہوا: اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ الخ آگے وہ قول ذکر کیا جو آپ ﷺ نے زیدؓ سے فرمایا: وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الخ یعنی اپنی بی بی کو نکاح میں روکیں، طلاق نہ دیں اور خدا سے ڈریں۔ آپ کا یہ فرمانا اپنی جگہ صحیح و درست تھا، مگر من جانب اللہ ہونے والے واقعے کا علم ہو جانے اور دل میں حضرت زینبؓ سے نکاح کا ارادہ پیدا ہو جانے کے بعد زیدؓ کو طلاق نہ دینے کی نصیحت ایک طرح کی رسمی اظہارِ خیر خواہی کے درجے میں تھی، جو شانِ رسالت کے مناسب نہ تھی، خصوصاً اس لیے کہ اس کے ساتھ لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ بھی شامل تھا اس لیے آیت مذکورہ میں عتاب ان الفاظ میں نازل ہوا کہ آپ دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔ جب من جانب اللہ حضرت زینب کے ساتھ آپ کے نکاح کی خبر مل چکی اور آپ ﷺ کے دل میں ارادہ نکاح پیدا ہو چکا، تو اس ارادہ کو چھپا کر ایسی گفتگو کی جو آپ کی شان کے مناسب نہیں تھی۔ اور لوگوں کے طعنہ ملنے کے اندیشہ پر فرمایا کہ آپ لوگوں سے ڈرنے لگے، حالانکہ ڈرنا تو آپ کو اللہ ہی سے سزاوار ہے۔ یعنی جب آپ کو یہ معلوم تھا کہ یہ معاملہ ہونے والا ہے، اس کی ناراضگی کا اس میں کوئی خوف و خطر نہیں تو پھر محض لوگوں کے طعنوں سے گھبرا کر آپ کے لیے گفتگو مناسب نہیں تھی۔

خلاصہ یہ کہ بد باطنوں کا یہ کہنا کہ **وتخفی فی نفسک** سے زینبؓ کی محبت کا دل میں چھپانا مراد ہے، بالکل غلط ہے۔ بلکہ صحیح معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعے یہ بتلایا تھا کہ زید کے طلاق دینے کے بعد زینب آپ کے نکاح میں آئے گی پس جو چیز آپ دل میں چھپائے ہوئے تھے وہ یہی نکاح کی پیشن

گوئی تھی جس کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے زوجنا کھا سے ظاہر فرمادیا اور **وتخشی الناس** کے معنی یہ ہیں کہ آپ اس کے اظہار سے شرماتے تھے کہ کسی کو یہ حکم دیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ خشیت سے مراد شرمانا ہے یاڈرانا ہے اور ڈر اس بات کا کہ منافقین زبانِ طعن دراز کریں گے یا لوگ بدگمانی کر کے اپنی عاقبت خراب کریں گے۔ اس آیت کے یہ معنی مراد ہونے کی تائید حضرت زین العابدینؒ کی روایت سے ہوتی ہے جسے حکیم ترمذی اور ابن ابی حاتم وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے جو کہ اوپر ذکر کی گئی ہے۔

امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں امام زین العابدینؒ کے قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> **قال علماؤنا رحمة الله عليهم: وهذا القول أحسن ما قيل في تأويل هذه الآية، وهو الذي عليه أهل التحقيق من المفسرين والعلماء الراسخين، كالزهري والقاضي بكر بن العلاء القشيري، والقاضي أبي بكر بن العربي وغيرهم.** (20)
>
> ترجمہ: ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ آیت کی تفسیر میں سب سے بہتر قول یہی ہے جو کہا گیا۔ محققین مفسرین اور علمائے راسخین جیسے امام زہری اور قاضی بکر بن علاء قشیری اور قاضی ابو بکر بن عربی وغیرہم، سب کا یہی قول ہے جو ہم نے بیان کیا۔

اور خود الفاظِ قرآن سے تائید بھی اسی تفسیر کی ہوتی ہے جو حضرت زین العابدینؒ کی روایت میں بیان ہوئی، کیوں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود بتلادیا کہ دل میں چھپائی ہوئی چیز وہ تھی جس کو اللہ ظاہر کرنے والا ہے اور اللہ نے جس چیز کو اگلی آیت میں ظاہر کیا وہ حضرت زینب کے ساتھ نکاح ہے۔ جیسا کہ فرمایا: زوّجنٰکھا۔ چنانچہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

> **"لأن الله تعالى أعلم أنه مبدي ما أخفاه عليه الصلاة والسلام ولم يظهر غير تزويجها منه فقال سبحانه: زَوَّجْناكَها فلو كان المضمر محبتها وإرادة طلاقها ونحو ذلك لأظهره جل وعلا"** (21)
>
> اس لیے اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ جس چیز کو آپ چھپارہے تھے اللہ اس کو ظاہر کرنے والا ہے اور اللہ نے جس چیز کو (اگلی آیت میں) ظاہر کیا وہ حضرت زینب کے ساتھ نکاح ہے۔ جیسا کہ فرمایا: زوجناکھا۔ اگر دل میں چھپی چیز نکاح کے علاوہ محبتِ زینب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے ظاہر فرمادیتے۔
>
> الغرض مندرجہ بالا آیت کی یہی تفسیر جمہور کے نزدیک مقبول و معروف ہے۔

خلاصہ کلام

درج بالا تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات مبرہن ہو جاتی ہے کہ یہ رویت اسرائیلی لٹریچر کا حصہ رہی ہے جس کے بیان میں اندرونی تضاد ایسا ہے کہ اسے رفع کرنا عقلاً و نقلاً ممکن نہیں ہے۔اور اصول روایت ودرایت کے مطلوبہ معیار کے مطابق بھی نہیں۔اور اس کی صحت میں کافی سقم ہیں۔مزید برآں قرآن مجید کے واضح بیان اور احادیث مبارکہ میں موجود روایات سے اس واقعہ کی نفی لازم لاتی ہے کیونکہ یہ روایت قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہے۔

حوالہ جات

1. [الأحزاب: 37]
2. سیوطی ،عبدالرحمٰن بن ابی بکر،جلال الدین(1990ء) الدر المنثور في التفسير بالمأثور (6/ 612) والطبقات الکبری لابن سعد،ج8،ص101۔
3. ذهبی ،شمس الدین ابو عبد الله محمد بن عبد الله محمد بن احمد بن عثمان (2006ء)سير أعلام النبلاء،ج8،ص159۔ الناشر: دار الحديث- القاهرة
4. ابن حجر ابو الفضل ،احمد بن علی بن محمد بن احمد العسقلانی (1326ھ)تهذيب التهذيب، ج9،ص368۔ الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند
5. ذهبی ،شمس الدین ابو عبد الله محمد بن عبد الله محمد بن احمد بن عثمان (2006ء)سير أعلام النبلاء،ج8،ص159۔ الناشر: دار الحديث- القاهرة
6. ایضاً
7. ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (1999ء)تفسیرالقرآن العظیم،ج6،ص425،424 ۔الناشر:دارالطیبۃ للنشروالتوزیع
8. ابن حجر ابو الفضل ،احمد بن علی محمد بن احمد العسقلانی (1379ھ)فتح الباري ،بيروت دار لمعرفة ج 8،ص534
9. سجستانی ،ابو داؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق(س۔ن) سنن أبي داود ج 2 ص 65،بيروت دارالكتاب العربی
10. سورۃ الغافر:19
11. سورۃ النور:30
12. ابن اثیر ،ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد عزالدین(1989ء) أسد الغابة ط العلمية ج،7/ 126
13. ابن سعد ،ابو عبد الله محمد بن سعد منیع الهاشمی بالولاء البصری (1990ء) الطبقات الكبرى لابن سعد،ج3،ص40۔ الناشر: دارصادر۔ بيروت
14. بخاری محمد بن اسماعیل ،ابو عبد الله (1987ء)الصحيح البخاري بيروت دار ابن كثير اليمامه ،ج 6 ص116
15. تفسير ابن كثير سلا مة (1999 م) الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع. الطبعة: الثانية ،(6/ 377)
16. قرطبی،ابو عبدالله محمد بن احمد بن ابی بکر (2006ء) الجامع الاحکام القرآن،بیروت ،دار لکتب ،المصر ج 8ص142
17. آلوسی، شهاب الدین محمود (1415ھ) کتاب الروح المعانی فی تفسير القرآن العظيم والسبع المثانی، الناشر : دارلکتب العلميہ ،بیروت ،ج11،ص204
18. ابن حجر ابو الفضل ،احمد بن علی محمد بن احمد العسقلانی (1379ھ)فتح الباري ،بيروت دار لمعرفة ج 8،ص163
19. سجستانی ،ابو داؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق(س۔ن) سنن أبي داود ج 2 ص 255،بيروت دارالكتاب العربی

20. قرطبی،ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر (2006ء) الجامع الاحکام القرآن،بیروت ،دار لکتب ،المصر ج 14،ص119
21. آلوسی، شهاب الدین محمود (1415ھ) کتاب الروح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، الناشر : دارلکتب العلمیہ ،بیروت ،ج11،ص204